

# قومیت اور وطنیت کی تحریک کا فروع

## (۱)

### اس کا اسلامی حل

(۲)

جواب پروفیس سید محمد سلیم صاحب

اس قوم پرستی میں لازماً چار عنصر پائے جاتے ہیں۔

۱۔ قوم پر فخر کرنے کا جذبہ:-

یہ جذبہ اپنی قومی روایات اور خصوصیات کی محبت کو پرستش کی حد تک بڑھا کر لے جاتا ہے۔ دوسرا قومیوں کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے اپنی قوم کو بالا اور برتر قرار دیتا ہے۔

۲۔ قومی ہمتیت کا جذبہ:-

یہ جذبہ حق و انصاف کے سوال کو نظر انداز کر کے آدمی کو ہر حال میں اپنی قوم کا ساتھ دینئے پر آمادہ کرتا ہے خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔

۳۔ قومی تحفظ کا جذبہ:-

یہ جذبہ قوم کے واقعی اور خیالی مفادات کی حفاظت کے لیے ہر قوم کو الیسی تدبیر اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے جن کا آغاز تو مدافعت سے ہوتا ہے لیکن جن کا اختتام حملہ اور ہونے پر ہوتا ہے۔ مثلاً غیر قومیوں کی مهاجمت پر پابندی عائد کرنا۔ ان کی تعاد کو تشریش کی نگاہ سے دیکھنا، اپنے حدود میں دوسروں کے لیے کسب معاش اور شہری

حقوق کے دروازے بند کر دینا، ملک دفعے کے لیے بڑھ چکر کر فوجی قوت فراہم کرنا۔ دوسرے سے ملکوں میں اپنی قوم کے حقوق کی حفاظت کے لیے دوڑ جانا۔ ہر طرح معاشی مفاہمات کی حفاظت کرنا۔

بہم۔ فخر و مبارکات کا جذبہ:-

شرع میں تو یہ قرآنی افتخار تک ہی محدود رہتا ہے مگر بعد میں یہ داعیہ اجھرتا ہے کہ دوسری قوموں پر غالب اور بہتر ہوں۔ دوسروں کے خرچ پر اپنی خوشحالی بڑھائیں۔ دوسروں میں اپنی تہذیب و ثقافت پھیلائیں۔ اور دوسری کمزور قوموں کا استغصال کریں۔

قوم پرستی کے اس نشہ سے سرشار ہو کر پورپ کا ہرملک انا و لا غیری کافرہ بلند کرنے لگا۔

بجمن ——"جر منی سب سے بلند و بالا ہے۔"

امریکی ——"امریکہ خدا کا اپنا ملک ہے۔"

برطانوی ——"حکومت کرنا برطانیہ کا حق ہے۔"

اطالوی ——"اطالیہ کی تقدیس ہی مذہب ہے۔"

ہرملک کا یہ قومی عقیدہ ہے "میرا ملک خواہ حق پر ہو یا ناحق پر ہو۔"

القوم پرستی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت رکھتے ہے اور اس کو آزاد اور خوشحال اور بستر ترقی دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ یہ تو ایک شرطیہ نامہ جذبہ ہے۔ مگر قوم پرستی در حقیقت عداوت، نفرت اور انتقام کے جذبات کو جنم دیتی ہے اور پورش کرتی ہے۔ بنظاہر اس کا آغاز ان بے النصافیوں کی تلاشی کرنے کی سڑمن سے ہوتا ہے جو کسی قوم کے ساتھ کسی دوسری قوم یا قوموں نے واقعی یا غایبی طور پر کی ہوں۔ مگر چونکہ کوئی اخلاقی پدابیت، کوئی روحانی تعلیم کوئی الہی شریعت اس کی رہنمائی کرنے والی اور اس کو ضابطہ میں رکھنے والی نہیں ہوتی۔ اس بیے یہ جذبات اپنی حد سے گزر کر جا رہیت، معاشی قوم پرستی، نسلی منافرتوں

جنگ اور بد امنی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

قوم کا پرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کی غیرت قومی اس بات کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ ایسے لوگوں کو بزرگ سمجھے اور ہیرہ بنالٹے جو اس کی اپنی قوم نہیں ہیں۔ وہ اس کو بھی گوارا نہیں کر سکتی کہ ایسے مقام کی مرکزیت، تقدیس اور احترام کو قبول کرے جو اس کے اپنے وطن کے نہیں ہیں۔ ایسی زبان کا تہذیبی اثر قبول کرے جو اس کی اپنی زبان نہیں ہے۔ ان روایات سے روحانی بیان حاصل کرے جو خارج سے درآمد کر دہ ہوں۔ وہ ان سب چیزوں کو نہ صرف بدیسبی قرار دیتی ہے بلکہ انہیں اس نظرت اور ناگواری کی نظر سے دیکھتی ہے، جس طرح ہیردی حملہ اور ووں کی ہرشے دیکھی جاتی ہے۔ وہ ہر قسم کے خارجی اثرات کو اپنی قومی زندگی سے نکال دینے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے جذبہ قوم پرستی کا فطری تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی سر زمین، دریاؤں، پہاڑوں اور صحرائوں کی تقدیس اور حمد کے گیت گاتا ہے۔

ہٹلر کے دور میں نازی جرمی قوم پرستی کی معراج کو پہنچا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں بعض جرمتوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علائبہ بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ یہودی النسل تھے۔ وہ آریہ نہیں تھے۔ لیکن جن نازیوں کے دل میں ابھی تک حضرت میسح کے لیے درم گوشہ باقی متحادہ ان کو یہودی نہیں مانتے تھے۔ بلکہ ناروں کی نسل کا مانتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ علامہ شکریب ارسلان نے لکھا ہے۔ جنگ عظیم اول (۱۹۱۸-۱۹۱۴) سے قبل وہ ترکی میں رہیں میں سفر کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ متحاذب ترکوں میں تورانی قوم پرستی کی تحریک اپنے عروج پر محتی اور عربوں سے نظرت محتی ہے۔ ایک ترک کہہ رہا تھا کہ عرب ذیل میں، عوت کے نصیر سے ہی آشتہ نہیں ہیں۔ ”میں نے یسوع میں نعمت دیا کہ یہ عزت کا لفظ کس زبان کا ہے۔“ اس نے بڑی ڈھنڈتی سے جواب دیا۔ ”ترکی ہے۔“

جرمنوں کے نزدیک دین و ایمان سب کچھ جرمی محتا۔ اور جرمی کا قائد اول

ہٹلر محتا جس کا اظہار ایک نازی وزیر فریڈرک نے اس طرح کیا ہے:

"ہٹلر کی خدمت کرنا بھرنی کی خدمت کرنا ہے۔ اور بھرنی کی خدمت کرنا خداوند تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے۔ ہٹلر کا ہر فیصلہ خیر ہے اور اب تک بخوبی ہے گا۔ ہٹلر کی خدمت کے لیے ہر ذریعہ استعمال کیا جاسکتا ہے، خواہ بظاہر وہ غیر اخلاقي نظر آئے۔"

قوم پرستی کی تحریک بالآخر اس نقطہِ مکمال پر پہنچ کر رہتی ہے۔ اطالبہ میں یہی ہوا۔ فرانکو کے اسپین میں یہی ہوا۔ قوم پرستی کی کوئی تحریک ابھی درمیانِ سفر ہی ہے تو ضرور ایک دن وہ اس منزل پر جا کر دم لے گی۔ گذیا کے ہر قوم پرست اور وطن پرست کے ہناں خانہ دل کی آواز تو یہی ہے۔ یا اور بات ہے کہ ہر قوم پرست اس جماعت اور بے باکی کے سامنہ اپنا مدعا ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا جس بے باکی سے ہر فریڈرک نے ظاہر کر دیا۔

**اقليتوں کی زبانی حالی** قوم پرستانہ حکومت کے اندر دین، مذہب، اخلاق، حقوق کی کوئی صفائحہ نہیں۔ قومی حکومت کی دراز دستیاب عجس کا چاہیں حلیبہ بکار سکتی ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کوئی ہماخت رد کرنے والا نہیں۔ سب سے زیادہ تباحال قوم پرستانہ تحریک کے اندر اقلیتوں کا ہوتا ہے۔ خواہ وہ اقلیتیں مذہبی ہوں، لسانی ہوں، نسلی ہوں یا کسی اور فوجیت کی ہوں وہ اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں، وہ جیسی چاہے ان کی درگت بنائے۔ اکثریت کی اندر وہ خراہش یہ ہوتی ہے کہ اقلیت کے اندر خشکت و ریخت کا عمل جاری ہو۔ اور وہ اقلیت اکثریت کے اندر مغلum ہو جائے۔ ان کا جدا گا وہ جو دھتم ہر جا ٹھے۔ خواہ ملکی دستور میں اقلیتوں کے تحفظ کی کیسی ہی معکرہ آراضیاں درج ہوں۔ سابق دور میں ظلم و ستم کے خلاف اقلیتیں بادشاہ یا حکمران اپیل کر سکتی تھیں۔ خدا کے نام پر رحم کی درخواست کر سکتی تھیں۔ مگر قومیت کے دور میں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وطنیت کے دلیلتاکے کان باسوںی سے بہرے ہوتے ہیں۔ اقلیتوں کی آہ و لکھ کی وہاں رسائی نہیں ہوتی۔

ہٹلر نے یہ وہ اقلیت کو بالکلیہ بلاک کر دینے کا منصوبہ بنا یا۔ واضح رہے کہ

جنگِ عظیم اول میں جرمی کے یہودیوں نے اتحادیوں انگریزوں کے ساتھ سازنے کر کے جرمی کو شکست سے دوچار کر دیا تھا جس کے نتیجے میں انگریزوں نے یہودیوں کو فلسطین کا تحفہ عطا کیا۔ (اعلان بالغور ۱۹۴۱ء) اس غداری کا ہٹکنے نے یہودیوں سے سخت انتقام لیا۔ مختلف طریقوں سے ان کو ہلاک کرنے کی اسکیمیں بنائیں۔ مثلاً ابیر کنڈلیشنڈ بسوں میں یہودیوں کو مختلف مقامات سے لا یا جاتا تھا۔ راستہ میں بس میں سے ساری ہوا پھیپھی جاتی تھی۔ دم گھٹنے سے سب مر جاتے تھے۔ بعض عجک یہودیوں کو افغان طور پر مشرق روی اور شمال رویہ اور پرستے ٹھا دیا جاتا تھا۔ جس طرح ٹال میں لکڑیاں چینی جاتی ہیں۔ مچھر اُن پر چینا ڈال دیا جاتا تھا۔ اُو پر سے پانی مچھوڑ دیا جاتا تھا۔ چونا پکتا تھا، کھدا کھدا اتھا۔ زندہ انسان اس میں جھکس جاتے تھے، جمل کر کوئلہ ہو جاتے تھے۔ اُن کے لیے ایک گیس چیز بنا یا گیا تھا۔ اس میں زندہ انسانوں کو چینیک دیا جاتا تھا۔ چھپر فٹ کا آدمی سکرڈ کر زین قٹ کا بذابن جاتا تھا۔ یہودیوں کی صردوں کو ہٹلوں کو ہٹی میں جلا یا جاتا تھا چہرے پر علیحدہ نکالی جاتی تھی جس سے صابن بنایا جاتا تھا۔ چہرہ کی کھال سے سور توں کے لیے پس تیار کیے جاتے تھے۔ ٹڈیوں کو پس کر کھیتوں کے لیے کھاد تیار کی جاتی تھی۔ دوسری جنگِ عظیم کے خاتمه کے بعد جرمیوں کے خلاف اتحادیوں نے مقدمات قائم کیے۔ اُن میں یہ تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔ (NUREMBERG TRIALS)

حکمران اکثریت اگر اقلیت کے مقامِ رائش سے کسی نوع کا خطہ محسوس کرتے ہے تو اقلیت کو وہاں سے اگھاڑ کر کہیں دُور چینیک دیتی ہے۔ کہ یہاں پر میں تاتاری مسلمان گذشتہ چھر صدیوں سے آباد چلے آ رہے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد وہ کوئی دلکشی اسلام نے فیصلہ کیا کہ ایسے حساس علاقے پر مسلمان اقلیت کا موجود ہونا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس کے بعد بغیر پیشگی اطلاع کے، بغیر کسی آباد کارہ میں اسکیم کے، ایک برات سارے علاقے کو درسی فوجوں نے گھبیر لیا۔ لاکھوں تاتاریوں کو ٹکر کوئی میں لاد کر تین ہزار میل دُور سا پیریا کے برستانوں میں لے جا کر مچھوڑ دیا۔ جہاں لاکھوں انسان بے گھر، بے درسدی میں مٹھپڑ مٹھپڑ کر مر گئے۔ کوئی اُن کا پرسان حال

نہیں مختہ۔

حکمران اکثریت اگر اقلیت کی شرح پیدائش سے خطرہ محسوس کرتی ہے تو زبردستی ان کی آبادی کم کی جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی شرح پیدائش سے خطرہ محسوس کرے اندر اگراندھی نے مسلمان مردوں کو زبردستی شخصی بنانے کا منصوبہ بنایا۔ رات کو مسلح پولیس مسلمانوں کے محلوں کا محاصرہ کر لیتی تھی۔ گھر بیٹھ کر مردوں کو پکڑتی۔ اس شورہ و واویلہ میں ڈاکرڈاں کو خصی کر ڈالتے تھے۔ جس کے بعد کسی طبقی امداد کی اور نگرانی کی ضرور بھی محسوس نہیں کی جاتی تھی۔

اقلیتوں کی زبان محفوظ نہیں رہتی۔ یوگوسلاویہ میں آباد تر کوں اور تاتاریوں کو دہان کی حکومت مجسٹر کر رہی ہے کہ وہ تر کی زبان ترک کر دیں۔ اقلیتوں کا اپنارسم الخط محفوظ نہیں۔ صدیوں سے راشچ ترک اقوام میں عربی رسم الخط کو روسی حکومت نے مسترد کر رہی ہے اور روسی خط اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ماوز سے تنگ نے چین میں اولغورہ برجان کا رسم الخط عربی سے لاطینی میں تبدیل کر ڈالا۔ روس، یوگوسلاویہ اور ہندوستان میں لاکھوں مساجد پر تالے ڈالے گئے ہیں۔ دینی کتب ضبط کر لی گئی ہیں۔ (روس) دینی تعلیم منور ہے۔ یوگوسلاویہ میں تر کی نام رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ فقط کرانے سے روکا جا رہا ہے۔ انگلستان جیسے آزاد ملک میں بھی مساجد میں اذان دینے پر پابندی ہے، جانور ذبح کرنے پر پابندی ہے۔ وطن پرستی اور قوم پرستی کے تحت اقلیتوں کی زندگی اجیرن ہے۔ وہ اکثریت کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہیں اقلیتیں سخزت ضيق میں زندگی بسرا کرتی ہیں۔

قوم پرستی عالمی مشرق میں ایشیا اور افریقہ کے ممالک اپنی طویل تاریخ میں وطنی تصور قومیت سے نا آشنا تھے، بیگانہ تھے۔ یہ پودا یورپی اقوام نے مکران بن جانے کے بعد ملکوں میں افراق اور انتشار پیدا کرنے کے لیے لکھا یا ہے۔ انہوں نے وطنی اکثریت اور وطنی اقلیت کے نسخہ کو خوب آزمایا۔ حکومت کرنے میں اس کو بڑا امفید پایا۔ وطنی قومیت کے مسلک میں کسی گروہ کو یہ کہہ دینا کہ وہ غیر ملکی ہے، بدیسی ہے اس کو کافر

قرار دینے اور شیطان قرار دینے کے مترادف ہے۔ مچھر اس بیچارے مغلوم گروہ کا نہ کوئی حامی و ناصراور نہ پرسانی حال۔

نپولین پہلا شخص ہے جس نے یہ حریب آدمایا۔ ۱۸۹۹ء میں اُس نے مصر پر حملہ کیا۔ اپنے حملہ کے جواز میں اس نے اپنے اس "نیک عزم" کا اظہار فرمایا کہ:

"ایک مدت سے مصر پر غیر ملکی لوگ حکمران ہیں۔ ان کو نکال کر مقامی عربوں کو حکمران بنانے کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔ عرب شاندار تاریخ رکھنے والی ایک قوم ہے اور آئندہ بھی وہ شاندار کارنا میں انجام دے گی۔"

نپولین یہاں جن حکمرانوں — مملوکوں — کو غیر ملکی قرار دے رہے ہے وہ مصر میں کئی صد یوں سے چلے آ رہے تھے۔ مسلمانوں کو بیرونی قوف بنانے کے لیے اس نے یہ شوشہ مجھی چھوڑا مخفا کر وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ سادہ لوح مسلمان اس سے بہت خوش ہوتے، حالانکہ یہ استعمار کی چالیں بھیں۔

نپولین کے اس اعلان کی سب سے زیادہ قدر افزائی ہندوستان کی انگریزی حکومت نے کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے اس سے شرپاکر ایک ملازم کے ذریعہ اعلان کرایا کہ "ہندو ہندوستان کے اصل باشندے ہندو ہیں اور مسلمان غیر ملکی ہیں، بدیسی ہیں۔" یہ رب کچھ ہندو اکثر بیت کو خوش کرنے کے لیے کیا گیا۔ اس سادھے سے جملے نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور عقاالت کا بیج بو دیا۔ اس درخت کے کڑوے مچل فساد اور قتل و غارت گئی کی صورت میں مسلمان گذشتہ پونے دو صد یوں سے چکھ رہے ہیں۔ پہلا ہندو مسلم فساد انگریزی حکومت میں اس شوشہ کے چھوڑنے کے چند سالوں بعد ۱۸۰۹ء میں ہوا تھا۔ مغل دورِ حکومت میں کسی ہندو مسلم فساد کا پتہ نہیں چلتا۔

مشیری اور مستشرقین استعمار کے براؤں دستے ہیں۔ مسلمانوں ملکوں میں وطنی قومیت کا بیج آگاہ نے، آبیاری کرتے اور فصل تیار کرنے کی مجروبی کو کشش مستشرقین اور موڑھیں نے کی ہے۔ پروفیسر براؤن ایک ہمدرد ایران مستشرق سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی کتاب تاریخ ادبیات ایران کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قوم پستی کے بیج بونے میں

وہ کسی سے کم نہیں ہیں۔ کسی بھی اویب، شاعر، ابلی علم کا ذکر آئے تو وہ یہ بتانا اپنا فرضیہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایرانی تھا، نزک تھا، بعرب تھا، کرد تھا یا نو مسلم یا زمانی تھا۔ اس طرح غیر شعوری طور پر قاری کے لاشعوری میں وہ قوم پرستی کی تحریم ریزی کرتے ہیں۔ اسلام کے آفاقی تصور قومیت پرچہ کے لگاتے ہیں۔ تقریباً سارے مستشرقین کا یہی حال ہے۔ آج کل عالم میں اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام حیات کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں تو مستشرقین نے اس سے رُخ موڑنے کے لیے بالواسطہ تصوف اور صوفیا کے گمن گانے شروع کر دیئے ہیں۔ مارٹن لانگ، رینے گینزر، اینی شمل سب اسی "کار خیر" میں مصروف ہیں۔

مغربی مورخین نے مسلمان تکنوں میں اسلام سے ماقبل کی تاریخ کو کھود کر نکالا ہے اس پر فخر و مبارات کے بھول بر سائے۔ انہوں نے مصر میں فراعنة کے دور کو، شام میں قبیلی عہد کو، عراق میں کلدانی اور بابلی تہذیب کو، ایران میں ہخامنشی اور ساسانی دور کو اور پاکستان میں موئی جودو اور گندھارا تہذیب کو بڑے آب و ناب کے سامنے پیش کیا۔ مسلمان ممالک میں قدیم تہذیبوں سے متعلق اشیا کو عجائب خالوں میں نمایاں کیا گیا ہے۔ کثرت سے حاصل کر کے رکھا گیا ہے۔ ان میں اسلامی دور کی اشیاء بہت قلیل ہیں اور غیر جاذب ہیں، اس طرح کو غیر شعوری طور پر ناظر کے دل میں اسلام کے مقابلہ میں قدیم تہذیب کی عظمت بیٹھ جائے۔ وہ غیر اسلامی دور پر فخر کر نسے گے۔ ان ممالک میں وطنی قومیت کی بنیاد غیر اسلامی تہذیب پر کھلی گئی ہے۔ اسلامی دور سے ذہنوں میں بعد پیدا کیا گیا ہے۔ پیغمبری اقوام میں جہنوں نے اپنے دور حکومت میں مشرقی اقوام کے اندر وطنی قومیت کی آبیاری کی اور پروان پڑھایا۔ انگلیزی مورخ آرنلڈ ٹھائٹن یہ اعتراف کرتا ہے:

"نسل پرستی کی لعنت ہم نے (انگلیزیوں نے) پوری دنیا میں پھیلاتی ہے۔ یہ اینکلو سیکسن اقوام کا پرانا مر من ہے۔ جواب ساری دنیا کو لگ گیا ہے"

مزید برآں وہ اعتراف کرتا ہے:

” مختلف قوموں اور نسلوں کو پر امن ماحصل ہیا کرنے میں اسلامی تہذیب کو جو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسری تہذیب کو حاصل نہیں ہوتی۔“

EAST VERSUS WEST - BY ARNOLD TOYAN BEE

بہرحال اپ وطنی قومیت کا درخت عالم مشرق میں بھی برگ و بارلا رکھا ہے۔ یہاں بھی اکثریت اور اقلیت کی آویزش شروع ہو چکی ہے۔ یہاں بھی اکثریت کے طور طریقے جابرانہ ہیں۔ دوسرے لوگ اس سے نالاں ہیں۔ اور اگر جسیں اتفاق سے وہ نالاں ای۔ حکمران بن جاتی ہے تو اس کے طور طریقے سابق حکومت سے قطعاً مختلف نہیں ہوتے۔ پھر وہی دور استبداد کا دور دور ہوتا ہے۔

نہ مام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا  
طریقے کوہ کون میں بھی وہی جیسے ہیں پر وینے می

حقیقت یہ ہے

صاحب نظر ان شہزادیات ہے خطرناک

وطنی قومیت کے منفی رجحانات زبان اور نسل کی بنای پر انسانوں کی شیرازہ بندی عالم مشرق میں خطرناک اور عدم استحکام کی حامل ہے۔ چند دور دراز جزو اُر کو مستثنی اقرار دینے کے بعد دنیا کا کوئی ملک نہ یک لسانی ہے اور نہ یک نسلی۔ وہاں ایک لسانی اکثریت اور ایک نسل اکثریت کا صاف اقتدار ہونا دوسری لسانی اور نسلی اقلیتوں کو کسی طور قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ان کے مابین آویزش و پیغمبریں لازماً پیدا ہوئی ہے۔ بھروسہ وطنی اکثریت اقلیت کی جو درگست بناتی ہے اس کا مختصر ساتھ ذکر اُور پر گذر چکا ہے۔ اس طرز حکومت سے نہ استحکام اور نہ سکون حاصل ہوتا ہے۔

لے دیکھیے ضمیمه تبرا

حُبٰت وطن اور سُبٰتِ انسان کا نئے جب زیادہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے اندر سے منفی رجمانات نمودار ہونے لگتے ہیں۔ نہ زمین کی تحديد آخري ہو سکتی ہے اور نہ بان کی۔ ان کے اندر تقسیم و تقسیم اور تفریق کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ مرکز گرین قوتیں سرگرم عمل ہو جاتی ہیں۔

عمرِ مری تعمیر میں مضمرا ہے اک صورت خرابی کی اکثریت کے اندر ایک نیا معورہ اکثریت و اقلیت بپا ہو جاتا ہے۔ ایک نیا معاذِ جنگ کھل جاتا ہے۔ جب یہ معیار تقسیم کر لیا جائے کہ میری سر زمین سے اچھی کوئی سر زمین نہیں اور میری بولی سے اچھی کوئی بولی نہیں تو جلد یا بدیہ لازماً معاذ تو کھلنا ہے۔ اس جنگ کو کسی ایک مرحلہ پر ختم نہیں کر سکتے۔ صوبوں کے اندر نئے صوبے تشکیل پاتے رہیں گے۔ باہمی تکشیش بہر کیف جاری رہتی ہے۔

ہمسایہ ملک ہندوستان میں آزادی کے بعد صوبوں کی تشکیل نوکی گئی۔ یہ تشکیل اسلامی وحدت کے اصول کی بنیاد پر کی گئی۔ اس طرح ایک روکا آغاز ہو گیا۔ اب یہ روکنے کا نام نہیں لیتی۔ تقسیم ملک کے وقت پنجاب کے دو حصے ہوتے۔ ایک پاکستان کے حصے میں آیا اور دوسرا ہندوستان کو ملا۔ وہ مشرقی پنجاب کہلا یا۔ اسلامی تحریکات کی بنیاد پر اب مشرقی پنجاب کے تین صوبے بن چکے ہیں۔ ہماچل پردیش، پنجاب اور ہریانہ پردیش۔ اسی طرح تقسیم ملک کے وقت بنگال کے دو حصے ہوتے۔ ایک پاکستان کے حصے میں آیا۔ اور دوسرا ہندوستان کو ملا جو مغربی بنگال کہلا یا۔ وہاں بھی اسلامی تحریک چلیں، جن کی بنیاد پر اب مغربی بنگال کے اندر نئیں صوبے بن چکے ہیں یا بن رہے ہیں۔ میزورام، جھانٹکھنڈ، گورکھالینڈ۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں کتنی ہی دوسری اسلامی تحریکات سرگرم عمل ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ایک اسلامی یا نسلی اقلیت اپنے لیے جداگانہ وطن کا مطالبہ کر دیتی ہے۔ مطالبہ کو عملی جامہ پہننے تک ایک طویل صیراز ہا اور جان گسل راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ مطالبہ، جلسہ جلوس، ہڑتال، پولیس سے تصادم، پہیہ جام ہڑتال، جلاوطن، گھیراؤ، قتل و غارت گری، قید و بند، کرفیو،

ما رشل لاء، مذاکرات، مفاہمت اور نئے صوبہ کا اعلان، بالآخر مرکزی حکومت کو چھیننا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ انتخابات کا طریقہ علاقائی اور گروہی رسمحانات کو تقویت دیتا ہے اور ملکی اور اصولی منhadات کو پس پشت ڈال دیتا ہے، بلکہ قربان کر دیتا ہے۔ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ افتراق کی قوتیں اور انتشار کا عمل صرف تیسری دنیا کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں نہیں پایا جاتا۔ پر اسے سرسری مطابع پر بنی ہے۔ اس راستے میں ان تمام عوامل کی کارگذاری کو ملاحظہ نہیں رکھا گیا، جو افتراق اور انتشار کی قوتیں کو آبھار دیتے ہیں یاد بادیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انتشار کی قوتیں وہاں بھی موجود ہیں، جب ہی تو آپ دیکھتے ہیں کہ متعدد پرروپی ریاست کا خواب چالیسال گذر جانے کے بعد ابھی شرمندہ تغیرت ہو سکا۔ لکھرگ، السٹرا اور دہمی کن جبیں تنہی محقی ریاستیں بھی ختم مخطوط کے کھڑی ہیں۔ البتہ یہ بات ہے کہ مغربی ممالک میں انتشار کی یہ لے ابھی بہت قصیٰ ہے۔

— دبار کھا ہے اس کو زخم در کی تیز دستی نے  
بہت نیچے سرول میں بے ابھی بیدپ کا واپیلا  
سارا کمال زخم در کی چاہک دستی کا ہے کہ اس نے مر من کیا بھی بڑھنے نہیں دیا۔  
(باتی)

(لبقہ مولانا محمد چرانی کی یادیں)

۱۹۳۸ء میں مولانا مودودی گوجاراتی تشریف لائے، مگر مجھے اس وقت کی کوئی تفصیل یاد نہیں، البتہ جن دنوں اسلامی نظام کے لیے ہم چلا رہے تھے، میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا اکیلے ہی مسائلہ وغیرہ لے کر شاہی مسجد کی مقمت کر رہے ہیں اس سے میں یک سوہنگا کہ مولانا مودودی اور آن کی بہپا کی ہوئی تحریک برسجنی ہیں۔  
(باتی)